ادارۃ خدمۃ القرآن الکریم کراچی

دورۃ القرآن الکریم و علومہ

سبق نمبر (4)

زیرِ تدریس

خادم القرآن الکریم حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم

رئیس مرکز الافتاء و الارشاد گلستانِ جوہر کراچی

ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00

بمقام: مسجدِ اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی

دورۃ القرآن الکریم و علومہ

رابطہ نمبر +92 332 3158542 +92 332 3264993

بذریعہ انٹرنیٹ LIVE موبائل ایپ Ghurfa www.HazratFerozMemon.org

تاریخ تفسیر، علومِ تفسیر اور اصولِ تفسیر

ضرورت واہمیت تفسیر قرآن

قرآن مجید اور تفسیر:

1: قرآن مجید سے یہ بات واضح ہے کہ قرآن مجید کی تشریح وتوضیح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی ہے اور پہلے شارح اور مفسر قرآن خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

((لقد من اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ))

(سورۃ آل عمران:3:64)

''یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔''

اس آیت میں چار فرائض نبوت میں سے ایک فرض تعلیم قرآن بھی بیان ہوا ہے اور تعلیم صرف الفاظ کے پڑھ دینے کا نام ہی نہیں بلکہ تعلیم سے مراد تشریح اور تفسیر ہے۔

2: سورۃ النحل میں ہے:

((وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون))

(النحل:16:44)

''اور ہم نے تیری طرف ذکر بھیجا ہے تاکہ لوگوں کیلئے کھول کر بیان کردے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ فکر سے کام لیں۔''

تبین کلام تشریح وتفسیر کا دوسرا نام ہے۔

احادیث اور تفسیر القرآن:

1: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تفسیر اپنے قول اور فعل سے فرمائی۔ قرآن مجید میں نماز ادا کرنے کا

حکم آتا ہے، لیکن اس قرآنی حکم کی تشریح وتوضیح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور فعل سے کی ہے۔ مختلف ارکانِ نماز میں کیا پڑھا جائے اور ارکان کو کیسے ادا کیا جائے، یہ سب کچھ بتایا ہے۔ ایسے ہی زکوٰۃ کا حکم قرآن میں اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی۔

2: احادیث سے یہ واضح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر کے سیکھنے کا حکم بھی دیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

"سورۃ حدید اور اس کی تفسیر سیکھو۔"

3: حضرت ضحاک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے فرمان: یوتی الحکمۃ (جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی) سے مراد قرآن کا عطا کرنا ہے۔"

4: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"قرآن کے عطا کرنا سے مراد قرآن کی تفسیر ہے، کیونکہ پڑھنے کو تو نیک و بد بھی پڑھتے ہیں۔"

5: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں دعا فرمائی:

((اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل))

"اے اللہ! اسے دین میں فقاہت بخش اور سمجھ اور تاویل کا علم دے۔"

یہاں فقاہت وسمجھ (تاویل) وہ جو کہ کسی آدمی کو قرآن کے بارے میں ملی ہو مراد ہے۔

اس امر کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں بیان فرمایا ہے:

((الا فھما یوتاہ الرجل فی القرآن))

"مگر (فقہ سے) وہ سمجھ جو کہ کسی آدمی کو قرآن کے بارے میں ملی ہو مراد ہے۔"

6: امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے:

"قرآن مجید کی تعریف (تفسیر) کرو اور اس کے غریب اور نامانوس الفاظ کی تلاش میں سرگرم رہو۔"

صحابہ اور تفسیر قرآن مجید:

1: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تفسیر قرآن کے اہم فریضہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انجام دیا۔ صحابہ کرام کے مختلف مقامات پر حلقہ ہائے درس قائم تھے۔ مثلاً: مدینہ میں حضرت زید اور ان کے تلامذہ، مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کے تلامذہ اور کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہم قرآن مجید کی تفسیر اور تشریح کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے اور اپنے تلامذہ کو تفسیر قرآن مجید پر غور وفکر اور تفسیر وتشریح

کرنے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

2: حضرت سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:
"جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اور اس کی تفسیر اچھی طرح نہیں کرسکتا اس کی مثال اس اعرابی کی ہے جو شعر کو بے سوچے سمجھے اور غیر موزوں پڑھتا ہے۔"

3: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"بے شک مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں قرآن کی کسی ایک آیت کی تعریب (تفسیر) کروں، بہ نسبت اس بات کے کہ میں ایک آیت حفظ کرلوں۔"

4: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً اڈھائی سال میں سورۃ البقرۃ کی تفسیر سیکھی۔

تفسیر قرآن اور علماء امت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد اس علمی فریضہ کو تابعین، تبع تابعین اور علماء امت نے جاری رکھا اور آج تک جاری ہے۔ ہمارے پاس اتنا تفسیری سرمایہ پیدا ہو چکا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

تفسیر قرآن اور عقل انسانی:

قرآن مجید اصول اور کلیات کی ایک جامع کتاب ہے۔ ان کلیات اور اصول کو اللہ تعالیٰ نے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کلیات اور اصول کو سمجھانے کیلئے تشریح اور توضیح کی از حد ضرورت ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلیات کی تشریح فرمائی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریح نہ فرماتے تو عوام کے لئے قرآن مجید ایک مغلق کتاب بن جاتی۔ اس لئے عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ قرآن مجید لوگوں کو سمجھانے کیلئے اس کے مشکل مقامات کی تشریح کی جائے۔

☆☆☆

تفسیر اور تاویل اور ان میں باہم فرق

تفسیر

''تفسیر'' کا مادہ:

لفظ ''تفسیر'' کا مادہ ہے: فسر۔ یہ ضرب اور نصر ہر دو اوزان پر آیا ہے۔

فسر: واضح کرنا' وضاحت کرنا' مراد بتانا' ظاہر کرنا' کھولنا' کسی چیز کو اس طرح بیان کرنا کہ اس کے تمام پہلو ظاہر ہو جائیں، بے حجاب کرنا۔ کسی لفظ کے معانی اور مفہوم کو عیاں کرنا' ننگا کرنا۔

لفظ تفسیر کے معانی:

لفظ ''تفسیر'' قواعد کی رو سے ''مصدر'' ہے جس کے درج ذیل معانی ہیں:

1: پردہ ہٹانا' ظاہر کرنا' کسی بیان کو واضح کرنا' وضاحت کرنا اور تفصیل سے بیان کرنا۔

2: سواری کا پالان اتار کر اس کی پیٹھ ننگی کرنا' بے حجاب کرنا۔ چونکہ ننگا کرنے سے ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے اس لئے اس لفظ (تفسیر) کو کھولنے اور ظاہر کرنے کے معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تفسیر میں الفاظ کے معانی اور مفہوم کو فاش کیا جاتا ہے، اس لئے یہ عمل ''تفسیر'' کہلاتا ہے۔ لفظ ''تفسیر'' کی جمع ''تفاسیر'' ہے۔

لفظ تفسیر اور قرآن مجید:

قرآن مجید میں ''تفسیر'' کا لفظ سورۃ الفرقان میں یوں بیان کیا گیا ہے:

((و لا یاتونك بمثل لا جئناك بالحق و احسن تفسیرا))

(سورۃ الفرقان، آیت: 33)

''اور (مشرکین) آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے۔ مگر ہم آپ کے پاس سچا اور سیدھا جواب لاتے ہیں جو بیان کے لحاظ سے بہتر اور مفصل ہے۔''

یہاں تفسیر سے مراد تفصیل یا وضاحت ہے۔

تفسیر کا اصطلاحی مفہوم:

عرف عام میں کسی بیان یا عبارت کو وضاحت سے بیان کرنا ''تفسیر'' کہلاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں قرآن مجید کی آیات کے مفہوم کو وضاحت سے بیان کرنے کو ''تفسیر'' کہتے ہیں۔

علم تفسیر علوم شرعیہ کا ایک باقاعدہ شعبہ ہے۔ اس لئے ''علم التفسیر'' کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ بعض کہتے ہیں: علم التفسیر میں فلاں فلاں علم شامل ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ اس شعبہ میں فلاں علم تو شامل ہونا چاہئے مگر فلاں علم کی تفسیر کیلئے قطعاً ضرورت نہیں۔

1: ابوحیان کا خیال ہے:

''تفسیر'' ایک ایسا علم ہے جس میں قرآنی الفاظ کے تلفظ' ان کے مفہوم و مدلول' ان کے افرادی و ترکیبی اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جن کے حالت ترکیب میں حامل ہوتے ہیں۔''

2: امام زرکشی فرماتے ہیں:

''تفسیر ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب کے معانی سمجھے جاتے ہیں اور اس کتاب کے احکام و مسائل اور اسرار و حکم سے بحث کی جاتی ہے۔''

3: ''الاتقان'' میں مرقوم ہے:

''تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں قرآنی آیات کے نزول، ان کے متعلقہ واقعات، اسباب نزول، نیز مکی و مدنی' محکم و متشابہ' ناسخ و منسوخ' عام و مطلق' مقید و مجمل' حلال و حرام' وعد و وعید، امر و نہی اور عبرت و امثال سے بحث کی جاتی ہے۔''

تاویل

''تاویل'' کے لفظی معانی:

لفظ ''تاویل'' کا مادہ ''آل'' (باب نصر ینصر) ہے۔ اور اس کا مترادف ''اولا'' یا ''مآلا'' ہے۔ اس کے معانی ہیں: لوٹنا' رجوع کرنا۔ اسی مادہ سے ایک لفظ ''تاوّل'' بنا ہے جس کا مفہوم ہے: تفسیر کرنا (تاول الکلام) کسی کلام یا بات کی وضاحت کرنا۔ چنانچہ (تاویل الکلام) بھی کسی بات کی توضیح کرنے کو کہتے ہیں۔

لفظ ''تاویل'' مختلف معانی میں مستعمل ہے۔ جیسے:

1: خواب کی تعبیر کرنا۔

2: شرح، وضاحت اور بیان۔

3: ظاہری مطلب سے کسی بات کو پھیر دینا۔

4: بچاؤ کی دلیل' عذر' حیلہ' حیلہ شرعی اور انحراف۔

علماء نے لفظ ''تاویل'' کے بارے میں بیان کیا ہے کہ جو شخص تاویل کرتا ہے وہ کلام کو اس کے متعدد معانی میں سے کسی ایک کی جانب لوٹاتا ہے، اگرچہ احتمال تمام معانی کا ہوتا ہے لیکن وہ ان میں سے صرف ایک مراد لیتا ہے، معانی کو لوٹانے کے باعث اس عمل کو تاویل (بمعنی لوٹانا) کہا جاتا ہے۔

یادر ہے کہ اسی (آل) مادہ سے لفظ ''ایالا'' اور ''اولا'' وضع کیے گئے ہیں۔

جیسے:

((ایالا الرعیه))

''رعیت کا انتظام کرنا۔سیاست رانی کرنا۔''

((ایالة القوم))

''کسی قوم پر حاکم ہونا۔''

((آل الرعیة ایالة حسنة وھو حسن الایالة))

''اس نے رعیت پر اچھی طرح حکمرانی کی اور وہ بہترین حکمران ہے۔''

لفظ تاویل اور قرآن مجید:

لفظ ''تاویل'' قرآن مجید میں متعدد مرتبہ استعمال ہوا ہے۔مثلاً: سورۃ النساء،سورۃ الاعراف،سورۃ آل عمران، سورۃ یوسف، سورۃ یونس اور سورۃ کہف وغیرہ میں اور یہ لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے جیسے:

1: سورۃ یوسف میں استعمال ہونے والے لفظ ''تاویل'' کا مفہوم ''خواب کی تعبیر بیان کرنا'' ہے۔

((و کذالك یجتبیك ربك ویعلمك من تاویل الاحادیث))

''اور جیسا کہ تمہارا پروردگار تم کو چن لے گا اور تم کو سکھلائے گا خوابوں کی تعبیر۔''

2: سورۃ آل عمران میں ''وابتغآء تاویله'' میں لفظ تاویل کے معانی ''تفسیر و تعیین'' ہیں۔

3: سورۃ النساء میں ''احسن تاویله'' سے مراد نتیجہ اور انجام ہے۔

''تاویل'' کا اصطلاحی مفہوم:

لفظ ''تاویل'' کا اصطلاحی مفہوم ہے:

''کلام کے معانی کو واضح کرنا،خواہ وہ کلام کے موافق ہوں یا مخالف۔''

تاویل اور علمائے کرام کی آراء:

''تاویل'' سے متعلق علمائے کرام کی رائے یہ ہے:

1: کسی کلام سے جو مفہوم و مقصود ہے وہی تاویل ہے۔

2: اگر کلام کسی طلب یا خبر پر مشتمل ہو تو جو فعل مطلوب ہے یا جو خبر دی جارہی ہے،وہی اس کی تاویل ہے۔

3: ظاہر اور متبادر معانی کو ترک کر کے مرجوح معنی مراد لینے کو ''تاویل'' کہتے ہیں۔

4: اگر کسی دلیل کی بنا پر ایک لفظ کے راجح معانی کو ترک کر کے مرجوح معنی مراد لئے جائیں تو اس کو ''تاویل'' کہتے ہیں۔

تفسیر اور تاویل میں فرق

تفسیر اور تاویل ،ان دونوں الفاظ کے مفہوم میں فرق ہے، لیکن اس فرق کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔علماء کا خیال ہے کہ ''تفسیر'' اور'' تاویل'' مترادف وہم معانی الفاظ ہیں۔

اختلافی آرادرج ذیل ہیں:

1: امام راغب اصفہانی کی رائے ہے:

''تفسیر'' کے لفظ میں'' تاویل'' کی نسبت زیادہ عموم پایا جاتا ہے۔تفسیر کا لفظ عموماً الفاظ کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔اور'' تاویل'' معانی کے لئے۔ مثلاً: خواب کی تعبیر کو'' تاویل الرؤیا'' کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں '' تاویل'' کا لفظ کتب مقدسہ کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔اسی طرح تفسیر کا لفظ زیادہ تر الفاظ مفردہ کے ضمن میں بولتے ہیں۔اور تاویل جملوں اور مرکبات کے دوران۔مزید برآں تفسیر کا لفظ الفاظ نادرہ غریبہ کی شرح وتوضیح کیلئے بولا جاتا ہے۔

2: ''الاتقان'' میں بیان کیا گیا ہے:

''تفسیر کے معنی قطعیت ویقین کے ساتھ یہ کہنا ہے کہ اس لفظ کے یہی معنی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہی مفہوم لیا ہے۔اس کے برعکس ایک لفظ میں جن مختلف معانی کا احتمال پایا جاتا ہو اس میں سے ایک کو ترجیح دینے کا نام'' تاویل'' ہے۔اس میں قطع ویقین کا ہونا ضروری نہیں۔''

3: ''معالم التنزیل'' میں بیان کیا گیا ہے:

'' تاویل'' کے معانی ہیں آیت سے ایسا مفہوم مراد لینا جس کی اس میں گنجائش ہو۔وہ مفہوم آیت کے سیاق وسباق سے ہم آہنگ ہو اور کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو۔بخلاف ازیں کسی آیت کے شان نزول اور واقعہ متعلقہ کے ذکر وبیان کو ''تفسیر'' کہتے ہیں۔''

4: الاتقان میں مرقوم ہے:

''بعض علماء کی رائے میں ''تفسیر'' کا تعلق روایت کے ساتھ ہوتا ہے اور'' تاویل'' کا تعلق'' درایت'' کے ساتھ۔''

5: بعض مفسرین کا خیال ہے:

'' ترتیب عبارت سے جو مفہوم مستفاد ہو اس کے بیان کو ''تفسیر'' کہتے ہیں۔اس کے برعکس عبارت سے جو مفہوم اشارتاً معلوم ہوتا ہے اس کے کشف واظہار کا نام'' تاویل'' ہے۔''

6: امام زرکشی کا بیان ہے:

'' علماء نے تفسیر وتاویل کے مابین جس فرق وامتیاز کو ملحوظ رکھا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ تفسیر میں منقولات پر اعتماد کیا جاتا ہے اور تاویل کا مدار وانحصار استنباط پر ہوتا ہے۔''

7: بالعموم "تفسیر" کو یقینی خیال کیا جاتا ہے جبکہ "تاویل" میں ناموافق معانی کا احتمال ہونے کی وجہ سے مشکوک سمجھا جاتا ہے۔"

☆☆☆

تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے

تفسیر بالماثور

لفظ اثر کا معنی:

عربی زبان میں "اثر" سے مراد ہے:

"بیان، حدیث، قول اور خبر۔"

"اثر" کی جمع "آثار" ہے اور "آثار" سے مراد ہے:

"بنیاد' اطوار' طریقے' علامات' انداز' نقوش' نشان' سنت رسول' صحابہ کرام کے اقوال و افعال۔"

لفظ ماثور کا مفہوم:

لفظ "ماثور" "اثر" سے وضع کیا گیا ہے۔ جو "مفعول" کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ "ماثور" کا مفہوم ہے:

"اثر قبول کیا ہوا، جزا دیا گیا اور نقل کیا ہوا۔"

تفسیر بالماثور سے مراد:

"تفسیر بالماثور" سے مراد وہ تفسیر ہے جس میں کسی آیت کا مفہوم قرآن کی کسی دوسری آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا جائے۔

تفسیر بالماثور کا دوسرا نام:

تفسیر کی اس قسم میں چونکہ قرآنی حوالہ' حدیث اور اقوال نقل کیے جاتے ہیں، اس لئے اسے "منقول تفسیر" کہتے ہیں۔

اقوال تابعین اور تفسیر بالماثور:

یاد رہے کہ بعض علماء نے تابعین کے اقوال کو "تفسیر بالماثور" میں شامل نہیں کیا اور بعض کا خیال ہے کہ اقوال تابعین بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔

تفسیر بالماثور کا ارتقاء:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ میں صحابہ کرام قرآنی آیات کی تفسیر کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے رجوع کرتے رہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کیلئے مشکلات قرآن کی وضاحت فرمادیا کرتے تھے۔

صحابہ کرام کے عہد میں تفسیر قرآن کیلئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سند حاصل کی جاتی تھی اور صحابہ ایک دوسرے سے پوچھ لیا کرتے تھے کہ فلاں آیت کا مفہوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے بیان فرمایا۔؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین تفسیر قرآن کیلئے قرآنی حوالہ کے علاوہ حدیث نبوی اور اقوال صحابہ کو بطور سند استعمال کرتے رہے۔

تابعین کے بعد تبع تابعین نے قرآن ،حدیث ،اقوال صحابہ اور اقوال تابعین کو یکجا کرکے،قرآنی مفہوم کو اخذ کیا۔

سب سے پہلی تفسیر بالماثور کے مفسر:

تفسیری ادب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے تفسیر کا جو انداز اختیار کیا گیا وہ ''تفسیر بالماثور'' تھا۔اس سلسلہ میں سب سے پہلا مفسر مالک بن انس اصبحی کو قرار دیا جاتا ہے۔ان کے بعد آنے والے مفسرین نے باقاعدہ طور پر ''تفسیر بالماثور'' کو مدون کیا،مگر اسناد کو حذف کودیا۔بعضوں نے صحیح وعلیل میں فرق کیے بغیر بکثرت تفسیری اقوال کو شامل کردیئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب:

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی 911ہجری) کی کتاب ''الدر المنثور فی التفسیر الماثور'' کو تفسیر بالماثور کی صنف میں معتبر خیال کیا جاتا ہے۔مصنف کا بیان ہے کہ اس کی تفسیری سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔اس کتاب میں کثرت سے منقولات ہیں،اس لئے یہ ''منقول تفسیر'' بھی کہلاتی ہے۔بعض علماء کا خیال ہے کہ علامہ سیوطی نے اس تفسیر میں سلف سے جتنی روایات تفسیر سے متعلق تھیں نقل کرڈالی ہیں۔انہوں نے راویوں کی نہ تو جرح وتعدیل کی ہے اور نہ ہی صحیح وسقیم روایات پر متنبہ کیا ہے۔اسی لئے بعض علماء نے اسے ''رطب ویابس'' کا مجموعہ قرار دیا ہے۔

''تفسیر بالماثور'' اور ''منقول تفسیر'' میں فرق:

یادرہے کہ اصولی طور پر ''تفسیر بالماثور'' کے ماخذ قرآن' حدیث' اقوال صحابہ یا اقوال تابعین ہیں،اس لئے دوسرے اقوال (مثلاً:اسرائیلیات وغیرہ) ''تفسیر بالماثور'' میں شامل نہیں ہونے چاہئیں۔اگر کسی تفسیر میں مندرجہ بالا ماخذات کے علاوہ دوسروں کے اقوال بھی نقل کیے جائیں تو اس تفسیر کو صرف ''منقول تفسیر'' کہنا چاہیے،''تفسیر بالماثور'' نہیں،کیونکہ بعض علماء تو ''اقوال تابعین'' کو بھی ''تفسیر بالماثور'' میں شامل کرنے پر معترض ہیں،چہ جائیکہ ''اسرائیلیات''۔

اس لئے ''تفسیر بالماثور'' اور ''منقول تفسیر'' کے درمیان حد فاصل اور امتیاز قائم کرنا ضروری ہے۔اگر یہ تخصیص قائم کردی جائے تو پھر ایسی تفاسیر کی تعداد بہت کم رہ جائے گی جو خالص ''تفسیر بالماثور'' کی فہرست میں شامل کی جاسکتی

ہیں۔اس لحاظ سے علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر بھی خالص ''تفسیر بالماثور'' میں شامل نہیں ہوگی۔وہ ''منقول تفسیر'' میں شامل کی جائے گی۔

تفسیر بالرائے

تفسیر بالرائے اور حدیث:

جو مفسر اصول تفسیر قرآن کو نظرانداز کرکے قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہے وہ تفسیر بالرائے اور تفسیر بلاعلم کا مرتکب ہوتا ہے،ایسے شخص کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((من تکلم فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار))

(سنن ترمذی)(جامع ابی داؤد)(سنن نسائی)

''جو شخص علم کے بغیر قرآن کے بارے میں کچھ کہتا ہے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔''

تفسیر بالرائے اور حضرت ابوبکر صدیق:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول بھی اس سلسلہ میں مشہور ہے:

((ای ارض تقلنی وای سماء تظلنی اذاقلت فی القرآن مالااعلم))

(ابن جریر)

''مجھ کو کون سی زمین اٹھائے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا جب کہ قرآن کے بارے میں وہ بات کہوں جسے میں جانتا نہیں۔؟''

دورحاضر اور تفسیر بالرائے:

ہمارے زمانہ نا شنوذ میں عربی کی معمولی شد بد رکھنے والا بھی قرآن کے مطالب بیان کرنے کا اپنے آپ کو اہل سمجھتا ہے اور اصول تفسیر قرآن کے خلاف اپنی طرف سے جدت طرازی کو فخر محسوس کرتا ہے اور اس کا نام ''اسلام کی خدمت'' رکھتا ہے۔

صحابہ وتابعین کی احتیاط:

اگر ان کو صحابہؓ تابعین اور اسلاف کی احتیاط کا علم ہوتو ممکن ہے وہ ایسی جسارت نہ کریں۔وہ صحابہ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکوٰۃ نور سے فیض حاصل کیا،آپ کی قوت قدسی سے گناہوں سے نجات حاصل کی۔

عربی ان کی مادری زبان تھی،قرآن ان کے سامنے نازل ہوا تھا،وہ بھی قرآن کی تفسیر اور مطالب بیان کرنے میں احتیاط برتتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''میں نے مدینہ طیبہ کے فقہاء کو دیکھا یہ حضرت قرآن کی تفسیر بیان کرنے کو بڑا اہم اور ضروری کام سمجھتے تھے۔حضرت سالم بن عبداللہ،حضرت قاسم بن محمد حضرت سعید بن میب،حضرت نافع ان ہی حضرات

میں سے تھے۔‘‘

(تفسیر ابن جریر، جلد 1، صفحہ 28)

یحیٰ بن سعید کا بیان ہے:

’’میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سعید بن میتب سے قرآن مجید کی کسی آیت کے بارے میں دریافت کر رہا تھا، مگر آپ نے جواب دیا: میں قرآن سے متعلق (اپنی رائے سے) کچھ نہیں کہوں گا۔‘‘

(تفسیر ابن جریر)

اصمعی لغت اور ادب کا بہت بڑا امام تھا۔ وہ قرآن کی تفسیر کرنے میں بالکل خاموش رہتا تھا۔ اس سے کسی آیت کی نسبت دریافت کیا جاتا تو کہتا:

’’عرب اس کے یہ معنیٰ بیان کرتے ہیں میں نہیں جانتا اس سے کیا مراد ہے۔‘‘

(المزہیر، جلد 2، صفحہ نمبر 204)

ابوطیب کہتا ہے:

’’اصمعی بہت عبادت گزار تھا۔ وہ قرآن کی کسی آیت کی تفسیر نہ کرتا تھا۔‘‘

ہمارے ان اسلاف کی اس احتیاط کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ وہ قرآن کے متعلق لب کشائی کرنا گناہ سمجھتے تھے، بلکہ وہ اس اہم ذمہ داری کا بوجھ ان بزرگوں اور راسخین فی العلم کے کندھوں پر ڈالنا چاہتے تھے جنہوں نے اپنی عمریں قرآن مجید کے رموز و غوامض معلوم کرنے میں بسر کی تھیں۔

خاص خاص صحابہ تفسیر بیان کرتے:

صحابہ کرام کے زمانہ میں خاص خاص صحابہ قرآن دانی میں مشہور تھے۔ لوگ انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ مثلاً: خلفاء راشدین، ابن عباس، ابن مسعود، ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ یہ لوگ دن رات قرآن مجید کے درس و تدریس میں بسر کرتے تھے۔

مخصوص تابعی تفسیر بیان کرتے:

صحابہ کے دور کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں سے کچھ فہم قرآن میں مشہور ہوئے، لوگ انہی کی طرف رجوع کرتے۔ مثلاً: حضرت مجاہد جو علم تفسیر میں ایک نشانی تھے۔

حضرت محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد سے روایت کی ہے کہ مجاہد کہتے تھے:

’’میں نے قرآن مجید شروع سے آخر تک تین مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کیا ہر آیت پر انہیں علمی لحاظ سے بہت بلند پایا۔

مشہور تابعی مفسرین درج ذیل ہیں:

سعید بن جبیر، عکرمہ، عطا بن ابی رباح، حسن بصری، مسروق بن الاجدع، سعید بن المسیب، ابوالعالیہ، ربیع، قتادہ

اور ضحاک بن مزاحم۔

لوگ انہی بزرگوں کی طرف قرآن کی کسی آیت کا مطلب دریافت کرنے کیلئے رجوع کرتے۔غرض کہ ہر دور میں بعض ایسے بزرگ ہوئے ہیں جنھوں نے قرآن کے مکتومہ رموز کو معلوم کرنے کیلئے اپنی زندگیوں کو وقف کردیا تھا،لوگ انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

☆☆☆

تفسیر بالرائے کے مختلف وجوہ:

ا. وہ علوم جن کا جاننا علم تفسیر کے لیے ضروری ہے وہ نیا مفسر نہ جانتا ہو جیسے آج کل کے اخبار نویسوں اور لیڈروں کی تفسیریں ہیں۔

۲. متشابہات جن کے معنی و مراد اللہ ہی کو معلوم ہیں ان کی قطعی انداز میں تفسیر کرنا اور معنی مراد کا تعین کرنا جیسے اللہ کی ذات کو نور قرار دینا اور آیت ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ﴾ سے استدلال کرنا حالانکہ یہ آیت آیاتِ متشابہات میں سے ہے۔(تفسیر کبیر امام رازیؒ)

۳. اپنی رائے پہلے سے قائم رکھی ہو اور اسے ثابت کرنے کے لیے قرآن سے آیات و مقامات تلاش کرنا اور ان سے اپنی بات ثابت کرنا جیسا کہ قادیانیوں کا طریقہ ہے۔

۴. کسی آیت میں مختلف پہلوؤں کی گنجائش ہو ان میں سے کسی ایک کو یقینی پیرائے میں لانا اور اسے ایسی مراد بتلانا کہ اس کے خلاف بات نہ ہو سکے۔

۵. اپنی خواہش اور ضرورت کے لیے کسی آیت سے تائید لینا۔(ملخصا لما فی الاتقان جلد ۲ ص ۱۸۳)

تفسیر قرآن اور مفسر کے فرائض و علوم

تفسیر قرآن کے لیے جن پندرہ علوم کا جاننا انتہائی ضروری ہے:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”تفسیر کیلئے پندرہ علوم ضروری ہیں اور کسی شخص کو تفسیر کرنے کا حق نہیں جب تک کہ وہ ان تمام علوم میں ماہر نہ ہوا۔“

وہ علوم درج ذیل ہیں

1: لغت عربیہ: جس کی وجہ سے الفاظ مفردہ کی تشریح کی جا سکے اور کلمات کا مداول معنی معلوم ہونا ممکن ہو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

"کسی ایسے شخص کیلئے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو یہ چیز حلال نہیں کہ وہ کتاب اللہ کے بارے میں کچھ لب کشائی کرے جب تک وہ لغت عربیہ کا عالم نہ ہو۔"

2: علم النحو: اس لئے کہ اعراب پر ہی معانی کا انحصار ہے اور اعراب کی رعایت سے کلام کا صحیح مفہوم سمجھا جا سکتا ہے۔

3: علم صرف: اس لئے کہ صرف ہی کے ذریعے بناء کلمات اور صیغوں کا علم ہو سکتا ہے اور جب تک انسان یہ نہ جانے کہ یہ صیغہ کون سا ہے اور اس کی تعریف اور تفصیل کس طرح ہے تو وہ کلام کی مراد کیسے سمجھ سکتا ہے۔؟

4: علم الاشتقاق: کیونکہ جب تک کہ اصل مادہ لغت معلوم نہ ہو کلمہ کے معنی سمجھنا ممکن نہیں۔ بسا اوقات لفظ کی صورت یکساں ہوتی ہے لیکن اختلاف مادہ کی وجہ سے معنی میں عظیم تفاوت ہوتا ہے۔

5: علم المعانی۔

6: علم البیان۔

7: علم البدیع: اس لئے کہ بغیر ان علوم کے نہ تو ترکیب معانی اور کلام سے ان معانی کا ادراک ہو سکتا ہے جن پر کلمات دلالت کر رہے ہیں اور نہ ہی خصوصیات کلام اور تعبیر کے محاسن اور قرآن کی محیر القول بلاغت کا اندازہ ہوتا ہے۔

8: علم القرآن: اس لئے کہ الفاظ کلام اللہ کی کیفیت نطق اسی کے ذریعے معلوم ہو سکتی ہے۔

9: علم اصول دین: تاکہ احکام حلال و حرام، فرض، واجب، جائز اور ناجائز پر استدلال کر سکے۔

10: اصول فقہ: تاکہ احکام الشرعیہ اور فقہیہ تفصیلی طور پر نصوص کتاب اللہ اور سنت سے استنباط کرنا ممکن ہو۔

11: علم اسباب نزول: اس لئے کہ اسباب نزول کے علم کے بغیر آیات کا مفہوم سمجھنا نہایت ہی مشکل امر ہے۔

12: علم ناسخ و منسوخ۔

13: فقہ: یعنی احکام شرعیہ سے متعلق تفصیل، جزئیات اور فروع کا علم۔

14: علم الحدیث: اس لئے کہ قرآن کی اصلی تشریح و تفسیر حدیث ہی ہے۔

15: علم الموہبہ: یعنی وہ صحیح ذوق اور باطنی نور جو کلام الٰہی کے رموز و اسرار کے سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

تفسیر قرآن اور فہم قرآن کے اصول:

مندرجہ بالا علوم کے علاوہ درج ذیل علوم وفنون اور اصولوں کو مدنظر رکھنا ایک مفسر کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

1: محکم ومتشابہات کا علم: قرآن مجید میں دو قسم کی آیات ہیں۔ محکمات اور متشابہات۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔:

((ھو الذی انزل الیك الکتب منه ایت محکمت ھن ام الکتب و اخر متشبھت))

(سورۃ نمبر 3:6)

"اللہ وہ ذات ہے جس نے تجھ پر کتاب نازل کی۔ اس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، جو کتاب کی اصل ہیں اور کچھ متشابہات ہیں۔"

متشابہات سے مراد وہ آیات ہیں جن کے ایک سے زیادہ مفاہیم ہیں۔ کسی متشابہ آیت کا مفہوم متعین کرنے کیلئے محکمات کو سامنے رکھنا چاہیئے، کیونکہ متشابہات محکمات کے تابع ہیں۔

2: نظم قرآن کا علم: قرآن مجید ایک حکیم ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہے اس وجہ سے ہر آیت کا دوسری آیت کے ساتھ ہر سورت کا دوسری سورت کے ساتھ ایک نہایت ہی گہرا تعلق اور ربط ہے۔ تفسیر قرآن کرتے وقت اس ربط کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔

بہت سے لوگ نظم کی تلاش کو ایک غیر اہم کاوش تصور کرتے ہیں۔ وہ قرآن کی بے نظمی کو ہی اعجاز قرار دیتے ہیں۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ قرآن کے غوامض اور رموز پر اطلاع پانے سے قاصر رہتے ہیں۔

3: سنت اور حدیث کا علم: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا۔ آپ نے اپنے قول اور فعل کے ذریعہ اس کی تشریح فرما دی۔ وہ تشریح سنت اور حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔ اس وجہ سے سنت اور حدیث کو نظر انداز کر کے قرآن مجید کی تفسیر کرنا ایک بڑے فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے۔ مختلف ادوار میں ایسے لوگ پائے جاتے رہے ہیں جو قرآن کو سمجھنے کیلئے احادیث اور سنت کو ضروری نہیں سمجھتے تھے یہ ان کی بڑی لغزش اور غلطی تھی۔

4: اقوال صحابہ کا علم: فہم قرآن کیلئے صحابہ کرام کے اقوال نہایت ہی قیمتی سرمایہ ہیں۔ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ علم حاصل کیا۔ پھر بعض صحابہ فہم قرآن میں مشہور تھے اور لوگوں کا مرجع خاص بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے خلفاء راشدین، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن سلامؓ حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابو درداء اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم خاص طور پر مشہور تھے۔

5: اقوام عالم کی تاریخ کا علم: قرآن مجید میں متعدد اقوام کے تاریخی واقعات اشارتاً بیان ہوئے ہیں۔ ان اشارات کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے کیلئے اقوام کی تاریخ کا علم ہونا ضروری ہے۔

6: مجاہدہ: قرآن مجید کے مطالب کو سمجھنے کیلئے اپنی تمام قوتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

((والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا))(سورۃ عنکبوت:69:29)

"جو ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو راہ راست پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔"

7: طہارت نفس: قرآن مجید کے سمجھنے کیلئے متقی اور مطہر ہونا ضروری ہے۔قرآن مجید کی رو سے متقی وہ ہے جس کے اعتقاد صحیح ہوں، اعمال درست ہوں، مصائب میں ثابت قدم رہے۔بقدر ہمت وطاقت دوسروں کی ہمدردی کرنے والا ہو۔قرآن مجید میں آتا ہے:

((واتقوا اللّٰہ ویعلمکم اللّٰہ))

"اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ تمہیں قرآن مجید سکھائے گا۔"

دوسری جگہ آتا ہے:

((لایمسہ الا المطھرون))(سورۃ نمبر 79:56)

"سوائے پاکیزہ لوگوں کے اسے کوئی نہ چھوئے۔"

خود پسند، متکبر اور شیخی مارنے والا قرآن مجید کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔قرآن میں آتا ہے:

((ساصرف عن اٰیتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق))(سورۃ نمبر 146:7)

"جو لوگ زمین میں ناحق تکبر کرتے پھرتے ہیں ان کو آیات سے روگرداں کردوں گا۔"

8: اسماء وصفات الٰہیہ اور الٰہی تقدیس وتنزیہ کے خلاف کسی لفظ کے معنی نہ کئے جائیں:

اس اصل کو چھوڑنے کی وجہ سے بعض مفسرین نے خطرناک لغزشیں کھائی ہیں۔تفسیر کرتے وقت یہ ضروری ہے کہ مفسر دیکھ لے کہ اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے اسماء یا اس کی صفاتے کے خلاف تو نہیں اس کی تفسیر سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت پر زد تو نہیں پڑ رہی۔

مثلاً (انا نسیناھم) کے معنی یہ کرنا کہ ہم انہیں بھول گئے، اللہ کی صفت کے خلاف ہیں۔"نسی" کے معنی ترک بھی لغت عرب میں ہیں، اس وجہ سے اس آیت کے یہ معنی کریں گے کہ ہم نے انہیں چھوڑ دیا۔(وھو خادعھم) وہ اللہ ان کو دھوکا دینے والا ہے، یہ معنی خلاف صفات واسماء الٰہیہ ہیں۔خدع کے معنی امسك (چھوڑنا) کے بھی ہیں۔عرب کا محاورہ ہے:

((فلان کان یعطی فخدع فلان))

پس آیت متذکرہ بالا کے یہ معنی کریں گے کہ اللہ ان منافقوں کو محروم رکھنے والا ہے۔تمام اشباہ میں یہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

9: سنن الٰہیہ ثابتہ کے خلاف تفسیر نہیں کرنا چاہئے: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور کائنات اللہ تعالیٰ کا فعل۔ اللہ کے قول اور فعل میں کلی طور پر مطابقت ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قول کی تفسیر کرتے وقت سنن الٰہیہ کا بھی خیال رکھیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ تفسیر اللہ کے فعل کے خلاف ہو جائے۔

10: عرف عام میں جس کو معروف کہتے ہیں، ان سے معانی باہر نہ نکلیں۔

11: تفسیر نور قلب کے خلاف نہ ہو۔

12: صحبت صالحین: فہم قرآن کیلئے صادقین کی صحبت بہت ضروری ہے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیاوی علوم بغیر استاد کی راہنمائی کے حاصل نہیں ہوتے کیا قرآن مجید جو اللہ کے رازوں کا مجموعہ ہے، بغیر کسی استاد کامل کے سمجھ آسکتا ہے۔؟ ان بزرگوں کی صحبت ایک تو روحانی نکھار پیدا کرتی ہے۔ دوم ان کے علم سے بقدر استعداد مستفیض ہونے کا موقع نصیب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں آتا ہے:

((کونوا مع الصدقین))

"صادقین کی معیت اور صحبت اختیار کرو۔"

13: تفسیر مقاصد قرآن کے ماتحت ہو: قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے نزول کے کچھ مقاصد ہیں۔ تفسیر کرتے وقت ان مقاصد کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

14: کسی علم کو کمال تک پہنچانے کیلئے اس علم کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا نہایت ضروری ہے۔ اس مزاولت سے اس علم کی دل میں پختگی اور روشنی پیدا ہوتی ہے۔ جب قرآن مجید کی تلاوت میں غور وفکر نہیں ہوتا اس وقت تک قرآن کے مطالب تک رسائی مشکل ہوتی ہے۔

15: تفسیر القرآن بالقرآن: قرآن مجید میں کسی جگہ ایک مسئلہ اشارۃ بیان ہوا ہے اور کسی جگہ تفصیل سے، اس وجہ سے مفسر کیلئے یہ ضروری ہے کہ جو وضاحت قرآن مجید نے کی ہے وہ اختیار کرے۔

مشہور اصول ہے:

((ان القرآن یفسر بعضہ ببعض))

"قرآن کی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔"

16: آسمانی صحیفوں کا علم: تمام مذاہب کی کتب انسانی ہاتھوں کی قطع وبرید سے محفوظ نہیں رہیں تاہم پھر بھی قرآن مجید کے فہم کیلئے کافی مدد دیتی ہیں۔ قرآن مجید نے خود اقرار کیا ہے کہ ان میں ہدایت اور نور کا سامان موجود ہے۔ وہی نور اور ہدایت مومن کا گمشدہ خزانہ ہے۔

17: صرف ونحو کا جاننا ضروری ہے۔ بعض اوقات قرآن مجید کے اسرار اور رموز کی صرف ونحو راہنمائی کرتی ہے اور وہاں عجیب وغریب نکات نکل آتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین نے صرف ونحو کا جاننا ضروری قرار دیا ہے۔

18: دعا: مندرجہ بالا اصول لکھنے کے بعد یہ کہنا ضروری ہے کہ مفسر کیلئے لازمی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت یہ دعا کرتا رہے کہ اس پر قرآن مجید کے اسرار اور رموز کھلتے رہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو مہبط وحی تھے وہ بھی "رب زدنی علماً" کا وظیفہ کرتے رہتے تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازدیادِ علم کیلئے دعا کرتے رہتے تھے تو بھلا ایک امتی کیسے اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔؟

☆☆☆

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تفسیر میں ان تین چیزوں کی رعایت از حد ضروری ہے:

۱. ہر ہر کلمہ کے متعلق یہ جاننا کہ اس کا لغوی معنیٰ کیا ہے اور یہ کہ اس کے مجازی استعمال کی وسعت کہاں تک ہے۔

۲. سیاق وسباق پر پوری نظر رکھنا تاکہ کلام اول آخر سے مربوط رہے کسی مرحلہ پر بے معنیٰ نہ ہونے پائے۔

۳. نزولِ وحی کے وقت جو لوگ موجود تھے انہوں نے اس سے کیا سمجھا تھا، قرآن کی کوئی تشریح حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بیان اور صحابہ کرامؓ کی تفسیر کے خلاف نہ ہو۔